

سفید ہاتھی!

ساری قوم پرستی اور اعلیٰ اخلاقی اقدار، تھوڑے سے عرصے میں ریت بکر ہاتھ سے پھسل گئیں۔ ایک دم ٹھک کی آواز آئی، باکیس کروڑ کے عوام پر مشتمل ملک دیوار سے جاگا۔ یک لخت، معلوم ہوا کہ دنیا کا تمام معاشری نظام کی باغِ دوڑ تو واشنگٹن میں ہی ہے۔ وہ حقیقت جس کا ادراک ہندوستان، ساؤ تھک کوریا اور جاپان بہت شدت سے کرچکے تھے، ایک دم، ہمارے سامنے بھی جن بکر کھڑی ہو گئی۔ ہر طرف واپسیاں بیٹھ گیا کہ ملکی معیشت بیٹھ گئی ہے۔ پاکستانی کرنی کو فقیر بنا کر سب کے سامنے کھڑا کر دیا گیا۔ اب کیا ہو گا۔ ہائے یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔ ہر طرف گریہ کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ تمام اداروں کی پریشانی میں اضافہ ہو گیا۔ پھر کسی سیانے نے بتایا کہ جناب، اصل معاشری طاقت تو دنیا میں اب بھی سفید ہاتھی ہی ہے۔ جب چاہے، جہاں چاہے کسی بھی ملک کو کبھی کی طرح پیس سکتا ہے۔ تھوڑی سی عقل ٹھکانے آئی۔ چنانچہ امریکہ کے نچلی سطح کے معاشری ماہر کو ہاتھ پیر جوڑ کر پاکستان لا یا گیا۔ خزانے کی کنجیاں سپرد کر دی گئیں اور اسے مکمل مالیاتی فیصلوں کی حد تک خود مختاری دے دی گئی۔ میری نظر میں تو خیریت اخیری فیصلہ تھا۔ مگر شائد معاملہ بہتر ہو جائے۔ جسکی اُمید حد درجہ کم ہے۔

امریکہ نے پاکستان کے ساتھ ہراس سطح کا تعاون رکھا جو ایک کلانٹ سٹیٹ کے ساتھ رکھا جاتا ہے۔ ہماری اشرافیہ نے انکے حکم پر ہر کام کیا۔ ملک کو فائدہ بھی ہوا اور بھرپور نقصان بھی۔ مگر مغدرت کے ساتھ۔ یہ نقصان بھی ہم نے پیسے لیکر خریدا تھا۔ دراصل خود مختاری، فکری آزادی، معاشری ترقی کے الفاظ اصل میں ہمارے لیے موجود ہی نہیں ہیں۔ ہمارے لچھن، زندگی گزرانے کا طریقہ، خرچ کرنے کے آداب کسی بھی طریق سے مہذب نہیں ہیں۔ ملک میں ہر شخص اور ہر ادارے کا اپنا چک ہے۔ تمام ملک Denial میں زندگی گزار رہا ہے۔ کوئی یہ مانے کوتیار ہی نہیں کہ گزشتہ تین دہائیوں سے ملکی نظام مکمل طور پر مفلوج ہو چکا ہے۔ لکھتے ہوئے مشکل سالگ رہا ہے کہ ملک ایک ناکام ریاست بن چکا ہے۔ قطعاً نہیں لکھ رہا کہ ناکام ریاست بننے جا رہا ہے۔ طابع علم کی دانست میں یہ ایک ناکام ریاست ہے اور کامیابی کا سفر انتہائی مشکل ہے۔ یہ سب کچھ ہماری نظروں کے سامنے ہوا۔ آج بھی ہو رہا ہے۔ مگر وہی بات، کہ کوئی ادارہ یا شخص، انفرادی یا اجتماعی طور پر تسلیم نہیں کر رہا۔

دوڑھائی برس سے مسلسل لکھ رہا ہوں کہ امریکہ سے اپنے تعلقات کو ہر قیمت پر اچھے بنائیے۔ اسکے ساتھ انتہائی طاقتو ر مالیاتی، اقتصادی، سیاسی، سماجی اور عسکری معاملہ رکھیے۔ لکھتا رہا کہ یہ پالیسی ہمارے قومی مفاد میں ہے۔ پہنچیں، اسکو ایک عجیب سے زاویہ سے پرکھا گیا۔ وہیہ کہ اگر ہم چین کے دوست ہیں تو ہمیں امریکہ سے بے اعتمانی اختیار کرنی چاہیے۔ ہماری ترقی کا ضامن دراصل چین ہی ہے۔ سرکاری سطح پر یہ بھی کہا گیا کہ اب ہمیں امریکہ کی کیا ضرورت ہے۔ اس سے تعلقات بھیں بھی رہیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ ہماری تاریخی غلطی تھی بلکہ ہے۔ خمیازہ اشرافیہ تو خیر نہیں، مگر عوام ضرور بھگت رہی ہے۔ وہ عوام جس کا اس فیصلے سے براہ راست کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں۔ انکو نقصان صرف اور صرف پاکستان کے بزر جمہروں کے غیر مناسب فیصلوں کی بدولت پہنچا ہے۔

سب سے پہلے تو یہ مانیے کہ ڈالر دنیا کی طاقت ترین کرنی ہے اور یہ امریکی ہے۔ یہ پاکستان میں نہیں چھپتی اور نہ چھپ سکتی

ہے۔ اسکی ضرورت پاکستان کو بھی ہے، روس کو بھی اور چین کو بھی۔ مگر ہمارے سیاسی اکابرین نے کمیشن، رشوت اور چور بازاروں کا وہ قرضی بازار قائم کیا کہ آج پاکستان دنیا کا سب سے مفروض ملک ہے بلکہ فلاش ریاست ہے۔ ہم میں سے کوئی اس الیہ پر ایک غیر جاندار کمیشن بنانے کیلئے تیار نہیں۔ کیا یہ قیامت نہیں کہ کسی کو نہیں معلوم کہ سی پیک کی سڑکوں پر جب چینی ٹرک سفر کرینگے تو پاکستان کو کتنے ڈالر معاوضہ ملے گا۔ کسی سیاسی جادوگر سے پوچھ لیجئے۔ آپ کو کسی فتح کا کوئی بھی تخمینہ دینے سے قادر ہیگا۔ ہر کوئی مبالغے میں قلابے ملائیگا کہ سی پیک گیم چیز ہے۔ مگر کیسے۔ پاکستان کی معیشت کو کتنا معاوضہ ملے گا۔ اس پر چپ ہو جائیں گے۔ سوال پر ہو سکتا ہے کہ آپ کو غداری کا تمغہ بھی مل جائے۔ اگر خدا نخواستہ یہ پوچھ لیں کہ سڑکیں تو چین استعمال کریگا۔ قرض لیکر انہیں بنانے کی کیا ضرورت تھی اور ہے۔ اگر چین ہمارا اتنا ہی ہمدرد ہے تو اپنے فائدے کی سڑکیں اور موڑو یز خود بنائے۔ اس پر تو یقین فرمائیے کہ آپ سو فیصد میرصادق بن جائیں گے۔ یعنی نہ ہمارے پاس اس چیز کا جواب ہے کہ سی پیک سے پاکستان کو تین زائد آمدنی ہوگی۔ نہ ہی یہ معلوم ہے کہ ہم قرض لیکر چینی معاشی ترقی کو مزید تیز تر کرنے میں کیوں اتنے مصر ہیں۔ ہماری ملکی بقاء اور ترقی کہاں گئی۔ اگر رزاقِ داود نے سی پیک کے متعلق سوال کیا کہ اسکے معاملوں پر نظرِ ثانی ہونی چاہیے تو اس کا جینا دو بھر کر دیا گیا۔ اگر کوئی معمولی سا وزیر ہوتا تو اب تک گھر جا چکا ہوتا۔ مگر کیا یہ سوال جائز نہیں ہے۔ اگر یہی سوال غیر ملکی مالیاتی ادارے پوچھیں تو کہا جاتا ہے کہ یہ ہمارے قومی راز ہیں۔ انکا سودا نہیں ہو سکتا۔ صاحب، سودا تو بہت پہلے ہو چکا۔ اب تو صرف اور صرف ہڈیاں فروخت ہو رہی ہیں۔ بلکہ معاشی گودا بک رہا ہے۔ معلوم نہیں کہ اگر ہم زندہ قوم ہیں تو پھر مردہ ملک کیسے ہوتے ہوں گے۔ بہر حال عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بڑے آرام سے امریکہ اور چین سے روابط میں توازن رکھا جاسکتا ہے۔ دونوں کو درست رکھا جاسکتا ہے۔ ایسے ہی جیسے، سعودی عرب، پاکستان کا دوست بھی اور انڈیا کا تجارتی حليف بھی۔ اسرائیل کے ساتھ بھر پور طریقے سے رابطے میں بھی ہے اور فلسطینیوں پر بھی ہاتھ پھرتا رہتا ہے۔ چونکہ ہم غیر عملی قوم ہیں لہذا آہستہ دنیا کی سب سے بڑی طاقت سے خود معاملات خراب کر دیں۔ کیا یہ بات عجیب نہیں لگتی کہ طالبان تک اب ہمارے اثر سے مکمل باہر ہیں۔ امریکہ جہاں کہتا ہے، وہ اس جگہ پر مذکور کرات کرنے کیلئے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ افغانستان اگر انتشار کا شکار ہے تو آج ہم بھی منتشر ہیں۔ نکتہ یہ کہ آج عملی طور پر طالبان بھی ہمارے اثر سے کافی حد تک باہر ہیں۔ مگر اس نازک بات پر بحث کرناحدروجہ مشکل ہے۔ سفارتی سطح پر تو خیر ہم ناکام ہیں، ہی، مگر امریکہ نے ہمیں پالتو اداروں کے ذریعے بے دست و پا کر دالا ہے۔ ایک فقیر کی طرح ہم ورلڈ بینک سے مذکور کرات کرتے ہیں اور کمیوں کی طرح امداد کا انتظار کرتے ہیں۔ کیا واقعی یہ آواز قوموں کا شعار ہے۔ نہیں۔ صاحب، قطعاً نہیں۔

بے بسی کی انتہادیکھیے کہ چینی باشندے، ہماری نوجوان لڑکیوں سے شادی کا ڈرامہ رچا کران سے چین میں پیشہ کروار ہے ہیں۔ بیسوں لوگ گرفتار کیے گئے ہیں۔ مگر ایک دانشور فرماتے ہے تھے کہ یہ سب کچھ جھوٹ ہے۔ یہ پاک چین دوستی کے خلاف سازش ہے۔ کیا ماتم کرنے کا مقام نہیں کہ ابھی تو چین باقاعدہ پاکستان پر قابض نہیں ہوا اور یہ تماشے شروع ہو چکے ہیں۔ جب یہ عملی طور پر ہمارے وائرے بن جائیں گے تو پھر کیا گل کھلا جائیں گے۔ غیر متعصب بات کر رہا ہوں۔ امریکہ نے ہمارے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں لوگوں کو شہریت دی۔ مال و دولت سے نوازا۔ کار و بار اور بہترین روزگار مہیا کیے۔ مگر ہم یہ احسان بھی نہیں مانتے۔ احسان کا لفظ شائد سخت ہو۔ یہ سچ بھی

تسلیم نہیں کرتے۔ مجھے بتائیے، جہاں ایک بھی پاکستانی کو چین میں شہریت، روزگار یا مقامی کاروبار دیا گیا ہو۔ اگر آپ کے پاس ایسی مثالیں موجود ہیں تو مجھے ضرور بتائیے گا۔ اپنا بیانیہ تبدیل کر لونگا۔ عرض کرنے کا مقصد صرف سادہ سادہ ہے کہ امریکہ کو بہترین دوست بنانے میں ہمارا قومی مفاد ہے۔ اس پر کسی قسم کا کوئی بھی سمجھوتہ نہیں کرنا چاہیے۔

بین الاقوامی تعلقات کو بغیر کسی جذباتیت اور تعصب سے دیکھنا اور پرکھنا اصل امتحان ہے۔ اس کوشش میں ہندوستان سبقت لے گیا ہے۔ امریکہ نے ہندوستانی شہریوں اور تاجروں کیلئے اپنے دروازے کھول دیے ہیں۔ انہیں امریکی ویزہ بڑی سہولت اور عزت سے مل جاتا ہے۔ مگر پاکستانی شہریوں کیلئے امریکی ویزہ مشکل سے مشکل تر بنادیا گیا ہے۔ دس دن پہلے، وزارت داخلہ کے افسران کے ویزہ کو انکار کیا گیا ہے۔ اس بے عزتی کو ہم نے خاموشی سے برداشت کر لیا ہے۔ اسلیے کہ ہم لوگوں کو بتانا نہیں چاہتے کہ اس انکار کی وجہات کیا ہیں۔ دراصل پاکستان دنیا میں وہ واحد ملک ہے جو پاکستانی شہریوں کو واپس نہیں لے رہا۔ وہ شہری جو امریکہ میں جرائم میں ملوث رہے ہیں اور جو ہر طرح سے نگاہ وطن ہیں۔ المیہ یہ ہے کہ جب امریکہ یہ کہتا ہے کہ آپ اپنے جرائم پیشہ شہریوں کو واپس لے لیں تو ہم انکار کر دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ امریکی سفارت خانے نے لوگوں کے ویزوں میں دشواریاں پیدا کرنی شروع کر دی ہیں۔ جو ہمارے لیے کوئی اچھی خبر نہیں ہے۔ مگر ہم دنیا سے منفرد لوگ ہیں۔ ہمارا مناسب، اچھی اور خوشی کی خبروں سے کیا واسطہ۔ حقیقی یہ ہے کہ ہماری اشرافیہ اپنا پیسہ ملک سے باہر لے جا چکی ہے۔ انکے خاندان اور دولت سب کچھ باہر ہے۔ ان میں سے اکثریت کے پاس غیر ملکی شہریت ہے۔ انہیں اب کوئی دلچسپی نہیں کہ باسیں کروڑ کیڑے مکوڑوں کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ یہ مر جاتے ہیں یا زندہ رہتے ہیں یا صرف سانس لیتے ہیں۔ اس سے اب مقتدر طبقے کا کوئی تعلق نہیں۔

کیا یہ المیہ نہیں، کہ ہمارے اہم ترین سیاستدان، عید سے لیکر چھٹیاں اور کاروبار سے لیکر صحبت کے معاملات تک غیر ممالک میں طے کرنا پسند کرتے ہیں۔ انکا پاکستان سے کیا تعلق ہے۔ کم از کم میری سمجھ سے تو بالکل بالاتر ہے۔ اس مشکل ترین صورتحال میں، ہمارے اکابرین، امریکہ سے بہتر تعلقات قائم کرنے کا کوئی جتن نہیں کر رہے۔ ہمارے وزیر اعظم کی اب تک وائٹ ہاؤس میں ایک بھی نشست طے نہیں ہو پائی۔ ہم دہشت گردی کی گرے فہرست میں آچکے ہیں، جسکے آگے ہمارے ہر قدم پر سوالیہ نشان اُٹھے گا۔ ہماری معیشت کا کچھ مرنکاں دیا گیا ہے۔ مہنگائی سے عام آدمی خود کشیاں کرنے پر مجبور ہو چکے ہیں۔ ہماری کرنی دنیا کی کمزور ترین کرنی بنا دی گئی ہے۔ آئی ایف اور ولڈ بینک ہمیں ٹھوکروں میں لے آئے ہیں۔ مگر ابھی تک ہم سبق سیکھنے کیلئے تیار نہیں۔ شائد ہم کسی غبی طاقت کا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ مدد جو آج تک ہماری جیسی منافق قوم کیلئے نہیں اُتری۔ زمینی حقوق تو صرف یہ ہیں کہ سفید ہاتھی نے ابھی ہمیں دیکھ کر سونڈھ لہائی ہے اور ہم عملًا گرچکے ہیں۔ اس سے پہلے کہ وہ ہمیں طاقت سے کچل دے۔ قومی مفاد میں دنیا کی سُپر پاور کے غصہ کو ٹھنڈا کیجئے۔ ان سے تعلقات کو ہر قیمت پر اچھا بنائیے۔ شائد آئی ہوئی قیامت تھوڑی دیر کیلئے مل جائے!